ریاستی اداروں کی کارکردگی اور طرزِعمل پر شہریوں کی مرتب کردہ سلسلہ وار رپورٹیں

احتسابی اداروں کا تقابلی جائزہ

پلڈاٹ
پاکستان انسٹیٹیوٹ آف
لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ
اینڈ ٹرانسپیرنسی

WWW.PILDAT.ORG

ریاستی اداروں کی کارکردگی اور طرزِ عمل پر شہریوں کی مرتب کردہ سلسلہ وار رپورٹیں

احتسابی اداروں کا تقابلی جائزہ

پلڈاٹ
پاکستان انسٹیٹیوٹ آف
لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ
اینڈ ٹرانسپیرنسی

WWW.PILDAT.ORG

پلڈاٹ، ملکی، خودمختار، غیر جانبدار اور بلا منافع بنیادوں پر کام کرنے والا ایک تحقیقی اور تربیتی ادارہ ہے جس کا مقصد پاکستان میں جمہوریت اور جمہوری اداروں کا استحکام ہے۔

پلڈاٹ، پاکستان کے قانون اندراج تنظیم مصدرہ 1860 (قانون نمبر 21 بابت 1860) کے تحت، بلا منافع کام کرنے والے ایک ادارے کے طور پر اندراج شدہ ہے۔

کاپی رائٹ: پاکستان انسٹیٹیوٹ آف لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ اینڈ ٹرانسپرنسی۔پلڈاٹ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

پاکستان میں شائع کردہ

اشاعت: اپریل 2015

آئی ایس بی این: 978-969-558-494-1

اس اشاعت کا کوئی بھی حصہ پلڈاٹ کے واضح حوالے کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے۔

پلڈاٹ
پاکستان انسٹیٹیوٹ آف
لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ
اینڈ ٹرانسپیرنسی

اسلام آباد آفس: پی او باکس 278، F-8، پوسٹل کوڈ: 44220، اسلام آباد، پاکستان
لاہور آفس: پی او باکس 11098، L.C.C.H.S، پوسٹل کوڈ: 54792، لاہور، پاکستان
ای میل: info@pildat.org ویب: www.pildat.org

مندرجات

پیش لفظ

مصنف کے بارے میں

خلاصہ

تعارف 13

جاپان 13

ہانگ کانگ 16

بھارت 19

پاکستان 22

نتیجہ اورنیب کے لیے سفارشات 25

جداول کی فہرست

جدول نمبر1: ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کرپشن، مشاہدات، انڈیکس، سکورز اور درجات 13

جدول نمبر2: احتسابی ڈھانچوں کی امتیازی خصوصیات 26

حوالہ جات 31

پیش لفظ

پلڈاٹ نے اپنے ''ڈیموکریسی اور گورننس'' پروگرام کے تحت پاکستان کے وفاقی اور صوبائی نظام میں گورننس ٹرانسپرنسی، اور اینٹی کرپشن کو یقینی بنانے والی ایجنسیوں میں سے نیشنل اکاؤنٹیبلٹی بیورو۔ نیب کی کارکردگی کا جائزہ تیار کیا ہے۔

''احتسابی اداروں کا تقابلی جائزہ'' پر پلڈاٹ کی اسی رپورٹ کو دیگر ایشیائی ممالک میں ان کے اینٹی کرپشن کے طریقہ کار اور ڈھانچوں کے مطالعے اور اس بنا پر حکومت پاکستان اور نیب کے لئے ممکنہ نتائج حاصل کرنے کی غرض سے تیار کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ میں جاپان، ہانگ کانگ اور بھارت کے احتسابی طریقہ ہائے کاروں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جس کا مقصد پاکستان میں احتسابی عمل کی بہتری کے لئے اس موضوع کے تقابلی پہلو کا جائزہ پیش کرنا ہے۔

ڈاکٹر منیر احمد، اسلامی ممالک کی سوسائٹی برائے شماریاتی علوم کے بانی اور سرپرست، اور ڈاکٹر عالیہ احمد، اسسٹنٹ پروفیسر نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس نے اس رپورٹ کو تحریر کیا ہے۔ اس میں بڑے ایشیائی ممالک میں رائج مختلف احتسابی ماڈلز کا موازنہ کیا گیا ہے اور ان احتسابی اقدامات کی نشاندہی کی گئی ہے جو کسی ملک کے لئے موثر ہو سکتے ہیں۔

اظہار تشکر

پلڈاٹ، ڈاکٹر منیر احمد، بانی اور سرپرست اسلامی ممالک کی سوسائٹی برائے شماریاتی علوم، اور ڈاکٹر عالیہ احمد، اسسٹنٹ پروفیسر نیشنل کالج بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس کی قابل قدر خدمات پر ان کا شکر گزار ہے۔ اس رپورٹ کی اشاعت کے لئے، دانش انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ ایجنسی Danish International Development Agency (DANIDA) کی مالی معاونت پر پلڈاٹ ان کا شکر گزار ہے۔

اظہار لاتعلقی :۔

اس رپورٹ میں پیش کی گئی آراء مصنف کی ہیں اور ضروری نہیں کہ وہ پلڈاٹ (DANIDA) حکومت ڈنمارک، اور دی رائل دانش ایمبسی، اسلام آباد کی عکاسی کرتی ہوں۔

اسلام آباد

اپریل 2015ء

مصنف کے بارے میں

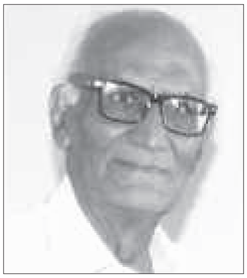

پروفیسر ڈاکٹر محمد منیر نے مرے کالج، سیالکوٹ سے گریجویشن کیا اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ انہوں نے ایبرڈین یونیورسٹی، ایبرڈین، یونائیٹڈ کنگڈم، Aberdeen University, Aberdeen, United Kingdom سے پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ (MSC) حاصل کیا اور بعدازاں آئیووا اسٹیٹ یونیورسٹی، آئیووا امریکہ، Iowa State University, Iowa America سے پی ایچ ڈی کی انہوں نے پنجاب یونیورسٹی، کراچی یونیورسٹی، مشی گن ٹیکنیکل یونیورسٹی Michigan Techinal University ، ہوٹن Houghton، مشی گن Michigan، ٹری پولی Tripoli اور کے ایف یونیورسٹی آف پٹرولیم اینڈ منرلز، داہران، سعودی عربیہ، K.F. University of Petroleum and Minerals, Dhahran, Saudia Arabia میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس وقت وہ بطور پروفیسر اور ریکٹر نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس، لاہور میں اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔

انہیں اسلامی ممالک میں شماریاتی سائنسز میں بھرپور معاونت فراہم کرنے پر او آئی سی، مورا کو Morocco کے آئی ایس ای ایس سی او ISESCO اور آئی ایس او ایس ایس ISOSS سے نوازا گیا۔ انہیں یونائیٹڈ کنگڈم میں اعلیٰ تعلیم کیلئے کولمبو پلان سکالرشپ: یونائیٹڈ سٹیٹ آف امریکہ میں اعلیٰ تعلیم کے لئے USAID سکالرشپ اور پنجاب یونیورسٹی ریسرچ سکالرشپ کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ یونائیٹڈ سٹیٹ آف امریکہ نے پاکستان میں شماریات اور استحکام شعبوں میں ان کی غیر معمولی خدمات کیلئے ان کے نام پر ایک کتاب شائع کی۔ وہ انٹرنیشنل سٹیٹسٹیکل انسٹیٹیوٹ، نیدرلینڈ International Statistical Institute, Netherland کے منتخب ممبر رہے اور فیلو آف رائیل سٹیٹسٹیکل سوسائٹی، لندن Royal Statistical Society, London کے فیلو منتخب ہوئے۔ اس کے علاوہ وہ 1965ء سے 2002ء تک امریکن سٹیٹسٹیکل ایسوسی ایشن American Statistical Association کے ممبر بھی رہے۔

ان کے 200 سے زائد تحقیقاتی پیپرز اور لاتعداد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ انہوں نے اسلامک کنٹریز سوسائٹی آف سٹیٹسٹیکل سائنسز Islamic Countries Society of Statistical Sciences کی بنیاد رکھی اور 1988 سے 2006ء تک اس کے صدر رہے۔ اس وقت وہ وہاں کے تاحیات سرپرست ہیں۔

انہوں نے 1985ء میں پاکستان جرنل آف سٹیٹسٹک Pakistan Journal of Statistics قائم کیا اور 2014ء میں جرنل آف اسلامک کنٹریز سوسائٹی آف سٹیٹسٹیکل سائنسز Journal of Islamic Countries Society of Statistical Sciences قائم کیا۔ وہ جرنل آف اپلائیڈ پرابیبلٹی اینڈ سٹیٹسٹکس Journal of Applied Probability and Statistics

کے ایڈیٹر بھی ہیں۔ وہ 1998ء سے 2003ء تک کرنٹ انڈیکس ٹو سٹیٹسٹکس Current Index to Statistics، اور امریکن سٹیٹسٹیکل ایسوسی ایشن American Statistical Association کے معاون ایڈیٹر بھی رہے۔

انہوں نے پوری اسلامی دنیا بشمول پاکستان میں 35 سے زائد انٹرنیشنل کانفرنسز، سیمینار اور ورکشاپس منعقد کیں۔

ڈاکٹر عالیہ احمد نے یونیورسٹی آف پنجاب سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی اور نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس (NCBA & E) سے مینجمنٹ میں پی ایچ ڈی کی۔ کریمنل لاء میں اپنی گہری دلچسپی کی وجہ سے انہوں نے کنٹریکٹ کی بنا پر نیب میں بحثیت شریک لائر اور انوسٹی گیشن آفیسر (بی ایس 18) میں اپنی خدمات سرانجام دیں ہیں۔ وہاں ان کی تعیناتی اویئرنس اینڈ پریونشن ونگ میں کی گئی تھی۔ وہ اس وقت قانون کی استاد ہیں اور بحثیت اسسٹنٹ پروفیسر (مینجمنٹ)، این سی بی اے اینڈ ای NCBA&D، لاہور میں اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔

انہوں نے کرپشن، عوامی شعبے اور کارپوریٹ گورننس کے شعبوں میں بنیادی تحقیق کی ہے۔

خلاصہ

اس رپورٹ میں جاپان، ہانگ کانگ بھارت اور پاکستان، چاروں ممالک کے احتسابی طریقہ کاروں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ رپورٹ اپنی نوعیت کی واحد رپورٹ ہے کیونکہ ابھی تک ایسی کوئی تحقیق عمل میں نہیں لائی گئی جس کے ذریعے پاکستان کے احتسابی طریقہ کار کا دیگر ایشیائی ممالک کے طریقہ ہائے کاروں کے ساتھ تقابلی جائزہ پیش کیا جائے۔

ایسے تمام ممالک کے احتسابی طریقہ ہائے کاروں میں مثبت اور منفی دونوں پہلو موجود ہیں اور کوئی نظام بھی بہترین ماڈل پیش نہیں کرتا۔ سیاسی آمادگی اور کرپشن کے بارے میں عوام کا ردعمل، کامیاب احتسابی طریقہ کار کے اہم ترین عوامل میں ۔ جاپان اور ہانگ کانگ کے لئے کرپشن فری بننا آسان کام نہیں تھا۔ تاہم دونوں ممالک میں ایک بات مشترک تھی، عوام کا کرپشن کو ناقابل برداشت قرار دینا۔ جاپان اور ہانگ کانگ میں سیاسی آمادگی نے بھی اینٹی کرپشن کی کوششوں کو مزید مستحکم بنایا۔ بعدازذکر میں، ایک خودمختار آئی سی اے سی ICAC صرف سیاسی آمادگی کی وجہ سے ہی اپنا کام مکمل کر سکا تھا۔ جاپان کی اینٹی کرپشن اتھارٹی (اے سی اے) ACA اسی لیے خودمختار نہیں کیونکہ وہاں سیاسی آمادگی کمزور ہے۔ اے سی اے اونچے درجوں پر کرپشن کنٹرول کرنے میں موثر نہیں کیونکہ بڑی کرپشن عوام پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

بھارت اور پاکستان میں سیاسی آمادگی وہ عمل ہے جو کرپشن کو کم یا زیادہ کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ بالخصوص جب اس میں کرپشن کے لئے عوامی برداشت کا عنصر بھی شامل ہو جائے۔ ہانگ کانگ میں سیاسی آمادگی اور جاپان میں رائے عامہ کا مثبت پہلو موجود نہ ہوتا تو وہاں کبھی بھی مثبت اثرات مرتب نہ ہوتے۔ جاپان، ہانگ کانگ اور بھارت کے تجربات سے ہمیں جو سبق ملتا ہے ان سے نیب کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے درج ذیل تجاویزات پیش کی گئی ہیں۔

ا۔ قانون میں ایسی دفعات شامل ہونی چاہیں جن کے ذریعے نیب کے لئے کرپٹ افسروں اور سیاستدانوں پر کارروائی کرنے کے لئے حکومت کی اجازت طلب کرنا لازمی نہ ہو۔ اسی طریقے سے سیاسی مداخلت کے بغیر احتساب کا نظام بہت وسیع ہو جائے گا۔

2۔ ایک ہی اے سی اے کے تحت کرپشن کے تمام مقدمات کو ڈیل کیا جائے اور اس کے علاوہ باقی ان کے مساوی عدالتی دائرہ کار کو ختم کر دیا جائے۔

3_ نیب کو موثر بننے کے لئے عوام کا بھرپور اعتماد حاصل ہونا چاہیے۔ اور اس مقصد کے لئے نیب پر لازم ہے کہ وہ بڑے مقدمات میں اقبال جرم کو یقینی بنائے۔

4- نیب کو چاہیے کہ وہ کرپشن کی خرابیوں کے بارے میں عوام کو آگاہ کرے اور گاہے بگاہے کوششوں کی بجائے مسلسل (کم از کم ماہانہ بنیادوں پر) مہم جوئی کرے۔

5۔ عوام کو سوشل میڈیا اور سمارٹ فون ٹیکنالوجی کے استعمال سے اپنے ساتھ شامل کیا جائے۔ (جیسا کہ ہانگ کانگ میں کیا جا رہا ہے جہاں سمارٹ فون ٹیکنالوجی کو آئی سی اے سی کے مقاصد کے لئے استعمال کیا رہا ہے

6۔ عوام کو اس بات کی حوصلہ افزائی اور رغبت دلائی جائے کہ وہ کرپٹ سرگرمیوں کے خلاف معلومات اور شکایات درج کرائیں۔

7- رائٹ ٹو انفارمیشن Right to Information اور وہسل بلوار Whisatleblower قوانین کو سختی سے نافذ کیا جائے۔

8- سوشل اور دیگر میڈا کو باقاعدہ استعمال کرتے ہوئے سیاسی اور سرکاری شعبے میں کرپشن کے مقدمات پر کارروائی کے بارے میں آگاہ کیا جانا چاہیے۔

تعارف

احتسابی ڈھانچوں پر تحقیق کے ذریعے بالخصوص ایشیائی ممالک میں کرپشن کو کنٹرول کرنے کے تین طریقوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔[1] پہلے طریقہ کار کے مطابق اینٹی کرپشن قوانین کو کسی خود مختار اینٹی کرپشن اتھارٹی (اے سی اے) کے بغیر نافذ کیا جاتا ہے (جاپان)۔ دوسرے طریق کار میں قوانین کے ساتھ ساتھ مختلف اے سی اے، ز (ACA`s) بھی موجود ہوتی ہیں (بھارت)۔ تیسرا طریقہ ایسے اینٹی کرپشن قوانین پر مشتمل ہے جنہیں ایک اے سی اے (ACA) نافذ کرے۔ (ہانک کانگ)۔ اس تحقیق کا مقصد ایسے ملکوں کے احتسابی ڈھانچوں کے ساتھ پاکستان کا تقابلی جائزہ پیش کرنا ہے جہاں یہ تینوں ماڈلز موجود ہوں۔ جاپان، بھارت اور ہانک کانگ کے احتسابی ڈھانچوں کے موازنے کے لئے درج ذیل پیمانوں کو استعمال کیا گیا؛

1) احتسابی تنظیمیں جن قوانین کے تحت کام کرتی ہیں بالخصوص ان کا ڈھانچہ، دائرہ کار اور اختیارات؛
2) احتسابی تنظیموں کے سربراہ کی تقرری کا طریقہ کار؛
3) احتسابی تنظیموں کی کئی سالوں کی کارکردگی اور ان کی افادیت؛
4) موثر احتساب کے قیام کے لئے عوام کو شامل کرنا۔

دنیا بھر میں اینٹی کرپشن کے حوالے سے جاپان اور ہانک کانگ سب سے آگے ہیں اور کرپشن سے پاک مانے جاتے ہیں۔ دوسری طرف، بھارت اور پاکستان قوانین اور اداروں کے ایک پیچیدہ نظام کی موجودگی کے باوجود سب سے کم درجے پر ہیں (جدول 1 ملاحظہ فرمائیں)

جن ممالک کا ذکر کیا گیا ہے ان میں پاکستان سب سے نچلے درجے پر ہے۔ حالانکہ یہاں پر نہ صرف انسداد بدعنوانی کے قوانین، مختلف اینٹی کرپشن ایجنسیاں، بلکہ ایک خود مختار اے سی اے (ACA) بھی موجود ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ یہاں کا نظام بدعنوانی کنٹرول کرنے والے طریقہ کار سے مختلف ہے۔

جدول۔1 : ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کے مشاہدوں کے انڈیکس سکورز اور درجے۔

سریل نمبر	ملک	درجہ	2014	2013	2012
1	جاپان	15/174	76	74	74
2	ہانک کانگ	17/174	74	75	77
3	بھارت	85/174	38	36	36
4	پاکستان	126/174	29	28	27

جاپان

ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کرپشن مشاہدات کے انڈیکس (TI CPI) 2014 کے مطابق جاپان 174 ممالک میں سے 15 ویں درجے پر ہے۔ اور 1995 سے یہ سنگاپور اور ہانک کانگ کے ساتھ ساتھ ایشیا کا سب سے صاف ستھرا ملک (کرپشن کے حوالے سے) شمار ہوتا ہے۔[2] اس ملک نے او ای سی ڈی OECD اینٹی برائبری کنونشن Anti Bribery Convention اور یو این سی اے سی UNCAC کی توثیق کی ہے اور اس کے ساتھ ہی اسے اے ڈی بی

ADB / او ای سی ڈی OECD اینٹی کرپشن انشیٹو فار دی ایشیا اینڈ دی پیسفک Anti-Corruption Initiative for the Asia and the Pacific کی ممبر شپ بھی حاصل ہے۔ چند مثبت پیش رفتوں کے باوجود او ای سی ڈی OECD جاپان کی طرف سے خارجہ رشوت کے قانون کے نفاذ پر تحفظات کا اظہار کرتا رہتا ہے اور جاپان کو خارجہ رشوت کے مقدمات کی تفتیش میں خاطر خواہ دھیان نہ دینے پر دو دفعہ ''یلو کارڈ'' ''Yellow Card'' جاری کیا گیا ہے۔ جیسا کہ جاپان کا خار جہ رشوت کا قانون 1999 میں نافذ ہوا، اس لیے اب تک ایسے دو مقدمات پر کارروائی کی گئی ہے۔ لہٰذا جاپان کے انسداد رشوت کے قانون کو مکمل طور پر نافذ نہیں کیا گیا۔[3] او ای سی ڈی OECD نے فروری 2014ء میں جاپان کو ہدایت دی کہ وہ اس کے تحفظات کو ختم کرنے کے لئے ایکشن پلان بنانے اور اسی پر عمل درآمد کرے۔[4] جاپان معمولی کرپشن سے پاک ہے لیکن جہاں معاملہ بڑے پیمانے پر کرپشن کا ہو تو، اسی صورت میں جاپان کے لئے بہت بڑا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے، جیسا کہ جاپانی سیاست کرپشن کے متعدد مرض میں مبتلا ہے۔[5] جاپانی سیاست میں کرپشن کی کئی ایسی مثالیں ہیں جو اس کے نظام میں بڑے پیمانے پر کرپشن کو ظاہر کرتی ہیں، مثلاً ''کانسی ڈانگو'' 'Kansei dango' (عوامی منصوبوں میں حکومت کی طرف سے بولی کے عمل میں دھاندلی)، ''اماکداری'' 'amakudari' (لفظی مفہوم، آسمان سے اترا ہوا، یہ وہ طریقہ کار ہے جس کے ذریعے سابقہ بیورو کریٹس کو انہی کے زیر انتظام کاروباروں میں اعلیٰ ترین عہدے ملے)، ''یا کوسا'' 'yakusa' (منظّم جرم) اور ''تحائف عطا کرنے کا کلچر'' (جس کی وجہ سے اس بات کی شناخت کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ آیا یہ تحفہ ہے یا رشوت)، یہ ایسے عوامل ہیں جن کی وجہ سے جاپان کے انتظامی ڈھانچے میں کرپشن بری طرح سرایت کر چکی ہے۔[6] 1990 تک کرپشن کا دودورہ رہا۔ جس کی بنیادی وجہ جاپانی سیاستدانوں، بیوروکریٹس اور کاروباری شعبے کی ملی بھگت تھی۔ جس کی وجہ سے وہاں کی معاشی صورتحال بھی خرابی کا شکار رہی۔ لاک شیڈ کیس Lock sheed case (1976)، دی ریکروٹ کیس Recruit Case (1989)، دی زینکون Zenecon (کنزل کریکٹرز) کیسز (1993-1994)، دی بینک آف جاپان/ وزارت خزانہ کیسز (1997-1998) وغیرہ ایسے بدنام، زمانہ سکنڈلز ہیں جن میں بھاری رقوم کی خرد برد، اعلیٰ سطح کی اسٹاک انفارمیشن کا لیک ہونا اور نفع بخش ثمرات کیلئے افسروں کو بھاری رشوت دینا شامل ہے۔ یہ وہ بدعنوانیاں ہیں جنہوں نے حکومت پر عوام کے اعتماد کو ختم کر دیا اور آخر کار سابقہ وزیر اعظم، گورنروں اور دیگر اعلیٰ عہدیداران کو جرم کے کٹہرے میں کھڑا کیا گیا۔ ان سب کاموں کے نتیجے میں ایک اور وزیر اعظم کی حکومت ختم ہوگئی اور ملزمان میں سے کئی ایک نے خودکشیاں بھی کیں۔[7]

جاپان میں کوئی جامع اینٹی کرپشن لیگل سسٹم یا کوئی واحد اینٹی کرپشن اتھارٹی (اے سی اے) موجود نہیں۔ اینٹی کرپشن اقدامات کے ذریعے پبلک سروس کے نظام کو بہتر بنانے، سرکاری بولی/سرکاری بھرتیوں میں دھوکہ دہی کو روکنے غیر قانونی مالی سرگرمیوں پر زیادہ سے زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ کرپشن کے بنیادی قوانین بالخصوص قومی یا مقامی حکومتوں کے عہدیداروں، اسمبلی اور کمیٹی یا عوامی کاموں میں ملوث دیگر ملازمین میں رشوت کو روکنے کیلئے وضع کیے گئے ہیں۔ انہیں ضابطہ تعزیرات (ایکٹ نمبر 45، 24 اپریل، 1907) اور دی ایکٹ آن پنشمنٹ آف پبلک آفیشلز، پرافٹنگ بائی ایگزرٹنگ

انفلوینس Act on Punishment of Public Officials` Profiting by Exerting Iufluence. (ایکٹ نمبر۔130،29نومبر،2000)(اے پی پی او پی ای آئی)(APPOPEI) میں شامل کیا گیا ہے۔

انفیئر کمپیٹیشن پری وینشن ایکٹ Unfair Competition Prevention Act (ایکٹ نمبر۔47،19 مئی 1993)(یو سی پی اے) (UCPA) کی اکثر دفعات کو غیر ملکی سرکاری عہدیداروں کی رشوت کوختم کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ ایسے لوگ جن کا تعلق جاپان سے نہ ہو وہ اسی صورت رشوت لینے کے جرم وار ہوں گے جبکہ وہ یہ کام جاپان کے اندر رہ کر کریں۔لیکن جاپانی شہری چاہے ملک کے اندر ہوں یا باہر رشوت لینے کی صورت میں مجرم تصور ہوں گے۔ غیر ملکی رشوت سے متعلقہ دفعات کو، او ای سی ڈی OECD کے اینٹی برابری کنونیشن، 1998 پر عمل درآمد کے مقصد سے شامل کیا گیا۔[8] تاکہ سرکاری کنٹریکٹ کے عمل بھرتی، بولی وغیرہ میں بدعنوانی کو ختم کیا جائے اور میرٹ پر مقابلے کی فضاء قائم ہو سکے۔اسی مقصد کے لئے بولی میں دھاندلی میں ملوث ہونے کی روک تھام،اور ایسے ملازمین کے لئے سزاؤں کا ایکٹ جو شفاف بولی کے عمل میں رکاوٹ بنیں (ایکٹ نمبر 101 آف 2002) کو نافذ کیا گیا۔سرکاری کاموں میں کوالٹی کے لئے دی ایکٹ آن پروموٹنگ کوالٹی اایشورنس ان پبلک ورکس (2005) The Act on Promoting Quality Assurance in Public Warks (2005) کو نافذ کیا گیا۔معلومات فراہم کرنے کا قانون اور وہسل بلوار پروٹیکشن ایکٹ، 2006، Whistleblouer Protection Act,2006 بھی موجود ہیں۔[9]

1990 کی دہائی کے بڑے سیکنڈلز کی وجہ سے جاپانی گورنمنٹ نے بہت سی اصلاحات نافذ کیں۔ان میں سیاستدانوں کے اثاثے ظاہر کرنے کے قوانین اور نیشنل پبلک سروس ایتھکس ایکٹ (1999)، National Public Service Ethics Act (1999) کے تحت وضع ہونے والے سخت ترین اخلاقی ضابطوں (کیبنٹ آرڈر نمبر۔101،28مارچ 2000) کا نفاذ شامل ہے۔ تمام سرکاری اہلکاران پر عمل درآمد کے پابند ہیں۔ جاپان کی حکومت نے اصلاحات کے سلسلے میں نیشنل پبلک سروس ایتھکس بورڈ National Public Service Ethics Board بھی قائم کیا۔اسی بورڈ نے ایسی ویب سائٹ تیار کی ہے جس میں بیورو کریٹس پر لاگو ہونے والے اخلاقی ضابطے اور تفصیلی رہنما اصول درج کیے گئے ہیں۔

جاپان ان چند ممالک میں سے ایک ہے جہاں اینٹی کرپشن قوانین نافذ کرنے کے لئے صرف اینٹی کرپشن اتھارٹی پر بھی اکتفانہیں کیا جاتا۔ جاپان میں قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں میں پبلک پراسیکیوٹر آفس Public Procecutor Office شامل ہے۔ جو قومی یا بیرونی ہر قسم کی کرپشن سے متعلقہ امور کے لئے کابینہ اور نیشنل پولیس ایجنسی کے ماتحت کام کرتا ہے۔ پبلک پراسیکیوٹرز کو اختیارات حاصل ہیں کہ وہ سول سروس میں کرپشن کے کیسز کی چھان بین کرے۔ رشوت اور مالی جرائم کے ایسے مقدمات جن میں اعلیٰ سطح کے سرکاری افسران اور/ سیاستدان ملوث ہوں ان کی تحقیقات پبلک پراسیکیوٹرز کرتے ہیں۔ پبلک پراسیکیوٹر کا دفتر، وزارت انصاف کے ماتحت

ہے۔ یہ بغیر کسی مداخلت یا خوف کے اپنا کام کرتا ہے۔ پبلک پراسیکیوٹر کے چار حصے ہیں جو ڈسٹرکٹ کورٹس کے درجے کے برابر ہیں۔ تین بڑے شہروں یعنی ٹوکیو، اوساکا اور ناگویا کے پبلک پراسیکیوٹر اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ ہیں اور ان کا کام افسران اور اسپیشل انوسٹی گیشن محکموں کو کرپشن کے مقدمات کی تحقیقات میں مدد فراہم کرنا ہے۔[11]

اگرچہ جاپان میں پبلک پراسیکیوٹر کو اس بات کا مکمل اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی مجرم پر ضابطہ فوجداری (ایکٹ نمبر 131 آف 1948) کے تحت جرم عائد کرے۔ اس کے باوجود ایسی کمیٹیاں بھی موجود ہیں جو ہر مقدمے کی ابتدائی تحقیقات کرتی ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ ایسی ڈسٹرکٹ کورٹس بھی موجود ہیں جو 11 منتخب شہریوں پر مشتمل ہیں جن کا کام پراسیکیوٹر آفس کو مشورہ دینا ہے کہ آیا کوئی مقدمہ کارروائی کے قابل ہے یا نہیں۔ ایکٹ میں ترمیم کے بعد آجکل کمیٹیاں کسی مقدمے کی کارروائی کو آگے بڑھا سکتی ہیں۔ یہ عمل اتنا موثر ثابت ہوا ہے کہ اس کی وجہ سے 2011 میں ایک مشہور سیاستدان پر فرد جرم عائد کیا گیا۔[12]

جہاں تک عوام کی شمولیت کا تعلق ہے تو مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ جاپان کے 70 فیصد عوام وِسل بلوار پروٹیکشن Whistleblouer Protection اور شکایت کے طریقہ کار سے ناواقف ہیں۔ جاپان نے 1995 سے ٹی آئی سی پی آئی TICPI میں اپنا درجہ برقرار رکھا ہوا ہے اور زیادہ تر ٹاپ 20 میں شامل رہا ہے۔ 2013 میں کرپشن کے 103 مقدمات منظر عام پر آئے جن میں سول سرونٹس ملوث تھے۔ جبکہ 2013 میں 101 مقدمات پیش ہوئے۔ 10 سالہ اعداد و شمار سے سے پتہ چلتا ہے کہ 2.77 ملین مقامی سول سرونٹس میں سے 190-80 سٹاف ممبران کے کرپشن کے مقدمات پیش ہوئے۔[13] اگرچہ سول سروس میں کرپشن قدرے کم ہے اور عوام کو روزمرہ امور میں اس کا زیادہ تر سامنا نہیں کرنا پڑتا لیکن بڑے مالی سکینڈلز کی وجہ سے سیاستدانوں پر عوامی اعتماد کم ہوا ہے۔ ایک اینٹی کرپشن پلان/حکمت عملی کی عدم موجودگی اور خودمختار اینٹی کرپشن اے سی اے ACA کے نہ ہونے کی وجہ سے جاپان میں سیاسی اور انتظامی ڈھانچے میں کرپشن کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

ہانگ کانگ

1960 اور 1970 کی دہائیوں میں آبادی کی بڑھتی رفتار اور سماجی و اقتصادی ترقی کی وجہ سے ہانگ کانگ کرپشن، بالخصوص سرکاری شعبے میں کرپشن کا گڑھ بن گیا۔ 1974 تک، پولیس فورس کا اسپشلائزڈ یونٹ، دی اینٹی کرپشن آفس (ACO) ہر قسم کے کرپشن اور رشوت کے مقدمات سے نمٹتا تھا۔ تاہم، اے سی او ACO بذات خود حکومت کا کرپٹ ترین محکمہ سمجھا جاتا تھا۔

1970 کی دہائی میں عوامی رائے عامہ کی طاقت سے سرکاری شعبے کی کرپشن کے خلاف آواز اٹھائی گئی۔ بالخصوص اس وقت جب 1973 میں کرپشن چارجز کی وجہ سے ایک چیف پولیس سپرنٹنڈنٹ ملک سے بھاگنے میں کامیاب ہو گیا حالانکہ وہ کرپشن سکینڈل میں ملوث تھا۔ عوام کی بڑھتی ہوئی مخالفت کی وجہ سے کرپشن مخالف خودمختار کمیشن Independent Commission (ICAC) Against Corruption قائم کیا گیا جس کا کام بطور ایک خودمختار ادارہ، کرپشن کو روکنا تھا۔ تاہم، ابتدائی تین سالوں کے دوران،

کرپشن کمیشن (ICAC) نے سرکاری شعبے میں کرپشن کے تمام معاملوں کو ختم کیا جس میں اعلیٰ سرکاری افسران حتیٰ کہ پولیس افسران بھی شامل تھے۔ اسی طرح ہانک کانگ دنیا بھر میں کرپشن سے پاک ملک سمجھا جاتا ہے۔[15] اور یوں ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کے مشاہداتی انڈیکس چارلس پرسب سے اوپر ممالک میں شامل ہے۔[16]

موجودہ دور میں ہانک کانگ میں کرپشن کی تحقیقات اور اس کی روک تھام کیلئے آئی سی اے سی (ICAC) کو سب سے بڑی ایجنسی مانا جاتا ہے۔ اسے 1974 میں قائم کیا گیا اور اس کا قیام برطانوی دور کے ان ڈیپنڈنٹ کمیشن اگینسٹ کرپشن آرڈیننس Independent Commission Against Corruption Ordinance کے تحت عمل میں لایا گیا۔ تاہم، بعدازاں ہانگ کانگ کے چائنہ کے زیرانتظام آنے کے بعد،[17] آئی سی اے سی (ICAC) کی خودمختاری اور احتساب کو ہانگ کانگ کے بنیادی قانون کے آرٹیکل 57 کے ذریعے آئینی شکل دی گئی۔ اس وقت کمیشن سول سروس کے زیر اثر نہیں اور اسے ایک کمیشنر کے تحت چلایا جارہا ہے۔ کمشنر ہانگ کانگ کے اسپیشل ایڈمنسٹریٹو ریجن Hong Kong Special Administratvie Region (HKSAR) گورنمنٹ کے چیف ایگزیکٹو کو جوابدہ ہوتا ہے۔[18] عوامی جمہوریہ چائنہ کی اسٹیٹ کونسل اسے پانچ سال کے لئے عہدے پر مقرر کرتی ہے۔ ایسا چیف ایگزیکٹو کی سفارش پر کیا جاتا ہے اور ایسا ہی طریق کار اسے عہدے سے برطرف کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔[19]

آئی سی اے سی کو سہ گانہ حکمت عمل کی بنیاد پر قائم کیا گیا۔ یعنی اس کا مقصد عمل درآمد کرنا، روکنا اور عوام کو آگاہی فراہم کرنا ہے۔ 1400 سٹاف ممبران کی تعداد کے ساتھ آئی سی اے سی تین فعال شعبوں کے ذریعے اپنا کام کرتا ہے؛ آپریشنز، کرپشن کی روک تھام اور کمیونٹی کے ساتھ تعلقات کا شعبہ۔ آپریشنز ڈیپارٹمنٹ مبینہ کرپشن کے مقدمات کی تفتیش کرتا ہے۔ کرپشن کی روک تھام کا محکمہ سرکاری اداروں میں ان مسائل کی نشاندہی کرتا ہے اور اس کے لئے طریقہ کاروں کا جائزہ لینا ہے۔ جن کی وجہ سے کرپشن ہوتی ہے اور پرائیویٹ آرگنائزیشنز کو بھی کرپشن روکنے کے لئے مفت ہدایات فراہم کرتا ہے۔ کمیونٹی تعلقات کا محکمہ، عوام کو کرپشن کے نقصانات اور برائیوں کے بارے میں تعلیم دیتا ہے۔[20]

ہانگ کانگ میں اداروں کو کرپشن ختم کرنے کے لئے اتنے وسیع اختیارات حاصل ہیں کہ سسٹم میں کرپشن کی روک تھام کا نظام بہت احسن طریقے سے قائم ہوا ہے۔ آزاد میڈیا، خودمختار عدلیہ، اندرونی مانیٹرنگ یونٹ اور سب سے بڑھ کر کمیشن کی کارکردگی پر کڑی نگرانی کرنے والی چار ایڈوائزری کمیٹیاں، ایسے ادارے ہیں جو ہانگ کانگ کو کرپشن فری ملک بناتے ہیں۔ کمیشن کو موثر بنانے کے لئے یہ کمپنیاں کرپشن کی تحقیقات اور آئی سی اے سی ICAC کو ملنے والی شکایات کا جائزہ لیتی ہیں اور عوامی حمایت حاصل کرنے اور کمیشن کی مجموعی پالیسوں کو بہتر بنانے کیلئے تجاوزات اور مفت مشورہ فراہم کرتی ہیں۔ [21]

کمیشن کو یہ اختیارات حاصل ہیں کہ وہ کرپشن کے مقدمات کو بنیادی اینٹی کرپشن لاء، یعنی دی پری وینشن آف برائبری آرڈیننس The Prevention of Bribery Ordinance کے تحت

ڈیل کرلے۔اس کے ساتھ ساتھ (POBO) ان ڈیپنڈنٹ کمیشن اگینسٹ کرپشن آرڈیننس Independent Commission Against Corruption Ordinance اور الیکشنز (کرپٹ اینڈ الیگل کنڈکٹ) آرڈیننس Elections (Corrput and Illegal Conduct) Ordinance کو بھی ایسے مقدمات کے فیصلے کیلئے عمل میں لائے یہ کمیشن نہ صرف سرکاری اور پرائیویٹ شعبے میں کرپشن کو روکتا ہے بلکہ اسے یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ مختلف سرکاری انتخابات، بشمول چیف ایگزیکٹو کے انتخابات میں بھی کرپشن کو ڈیل کرے۔ مبینہ جرائم کے خلاف، کمیشن کو گرفتار کرنے، نظر بند کرنے، ضمانت وغیرہ جیسے اختیارات حاصل ہیں۔تاہم، تحقیقات کے بعد، شعبہ عدل کو عدالتی کارروائی کا کام سونپا جاتا ہے۔[22]

کرپشن کے خلاف جنگ میں عوام کا اعتماد حاصل کرنا آئی سی اے سی ICAC کے لئے کافی مشکل کام رہا ہے۔ آئی سی اے ICAC کے سالانہ سروسز سے پتہ چلتا ہے کہ 98-96 فیصد افراد نے آئی سی اے سی پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا۔جبکہ 75 فیصد شکایت دہندگان نے اپنی شناخت کو نہیں چھپایا۔آئی سی اے سی کے عوامی تعلقات کے محکمے نے ایک جامع اور طویل المعیاد مخصوص حکمت عملی تیار کی ہے تا کہ استحکام پیدا ہو اور عوامی حمایت میں اضافہ ہو۔اس محکمے نے کرپشن ختم کرنے کے لئے عوام کو موثر طور پر آگاہ کیا ہے۔عوام کے مخصوص طبقوں کو انسداد کرپشن کے پیغامات پہنچائے جاتے ہیں۔ایسے طبقات میں کاروباری لوگ، یوتھ اور مختلف شعبوں کے پیشہ ور اور تکنیکی لوگ شامل ہیں۔مختلف کمیونٹی پراجیکٹس کے ذریعے سات مقامی کمیونٹی کے دفاتر انٹی کرپشن پیغامات ارسال کرتے ہیں۔عوام کو آئی سی اے سی تک ان کی ویب سائٹ کے ذریعے رسائی حاصل ہے۔صرف 2013 میں 2700000 افراد نے اسے استعمال کیا۔کمیشن کی ٹرانسپرنسی کو یقینی بنانے کیلئے ایک آئی سی اے سی سمارٹ فون APP حال ہی میں متعارف کرایا گیا ہے۔[23]

بطور ایک موثر ادارے اور کارکردگی کے حوالے سے آئی سی اے سی کو ایک موثر ترین اینٹی کرپشن ادارے کی حیثیت حاصل ہے۔اور اس بات کو عالمی سطح پر تسلیم کیا گیا ہے۔گزشتہ چالیس سالوں کے دوران، آئی سی اے سی نے اپنے باصلاحیت اور چاق و چوبند تحقیقاتی عملے کے ذریعے ہانگ کانگ کو ایک کرپشن فری ملک اور کرپشن فری معاشرے میں تبدیل کر دیا ہے۔اور یوں عوام کے رویوں میں ایک انقلابی تبدیلی آئی ہے۔اس وقت ہانگ کانگ میں تقریباً 83 فیصد لوگ کرپشن کو ناقابل برداشت سمجھتے ہیں۔ 99 فیصد کا یہ خیال ہے کہ ہانگ کانگ کو مکمل طور پر کرپشن سے پاک کیا جائے۔جبکہ 81 فیصد کرپشن کے خلاف شکایات درج کرانے کو تیار ہیں۔[24]

آئی سی اے سی اپنے 24 گھنٹے کھلے رپورٹ سنٹر اور ہاٹ لائن، مختلف اضلاع میں قائم مقامی سنٹروں اور میلز کے ذریعے شکایات وصول کرتا ہے۔[25] آئی سی اے سی ہر سال جن کرپشن کے مقدمات پر کارروائی شروع کرتی ہیں[26] ان میں سے 80 فیصد میں جرم ثابت

ہوجاتا ہے۔اور یوں کرپشن ہانگ کانگ میں سب سے سنگین جرم سمجھا جاتا ہے۔[27] 1974 میں 86 فیصد کرپشن رپورٹس کا تعلق حکومتی محکموں سے تھا جبکہ یہ تعداد 2013 تک 30 فیصد ہوگئی۔[28] اسی طرح پولیس فورس کے خلاف کرپشن رپورٹس 45 فیصد سے کم ہو کر 9 فیصدرہ گئی ہیں۔اپنی مسلسل کوششوں کے نتیجے میں آئی سی اے سی نے نہ صرف سرکاری اور پرائیویٹ شعبے کا اعتماد جیتا ہے۔ بلکہ کاروباری اخلاقی ضابطوں کوفروغ دیا اور عوام کو کرپشن کے نقصانات سے مکمل آگاہی فراہم کی ہے۔[29]

بھارت

بھارت 1941 سے کرپشن کے خلاف جنگ لڑ رہا ہے۔ یہاں ایسا ملٹی۔ایجنسی ماڈل قائم ہے جس میں اینٹی کرپشن فریم ورک، کرپشن ختم کرنے والے کئی سرکاری اداروں پر مبنی ہے۔تاہم یہ نظام کافی غیر موثر ہے جبکہ بھارت میں کئی شعبوں میں کرپشن بڑھتی جارہی ہے۔[30] بھارت کا اینٹی کرپشن سسٹم پیچیدہ قوانین اور اداروں کے نظام پر مشتمل ہے۔دی پری وینشن آف کرپشن ایکٹ The Prevention of corruption, Act (1988) (PCA) (جس میں 2000 میں ترمیم کی گئی۔[31] بنیادی قانون ہے جبکہ سرکاری اور پرائیویٹ شعبوں میں کرپشن ختم کرنے کے لئے دی پری وینشن آف منی لانڈرنگ ایکٹ، 2000 the Prevention of Money Laundering Act, 2000 اور انڈین پینل کوڈ (آئی پی سی) Indian Penal code 1860 (IPC) بھی موجود ہے۔سرکاری شعبے میں کرپشن ختم کرنے کے لئے مقامی سطحوں پر اسٹیٹ گورنمنٹس کے پاس سٹیٹ لاء، ز موجود ہیں۔ 2014 میں

لوک پال اور لوکا یُکتس، ایکٹ 2013 جیسے قوانین کو یونائیٹڈ نیشنز کنونشن سٹیٹ کرپشن United Nations convention Against corruption پر موثر عمل درآمد کے لئے قانون میں شامل کیا گیا۔ان قوانین کا مقصد لوک پال (ایک اینٹی گرانفٹ محتسب) کو مرکز میں قائم کرنا ہے جبکہ لوکا یُکتس کو سٹیٹ لیول پر قائم کیا گیا جائے گا اور انہیں سرکاری شعبے میں کرپشن کو روکنے کے لئے وسیع اختیارات دیئے جائیں گے۔[32]

تاہم، ایک سال کے عرصے کے بعد بھی لوک پال قائم نہیں کیا گیا ہے اور حکومت ابھی تک لوک پال کے چیئرپرسن اور اراکین کی تقرریاں کر رہی ہے۔[33] ایک بار قوانین کے مطابق لوک پال کے قیام سے ایک نئی اینٹی کرپشن ایجنسی کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔[34] [35] اس کے دائرہ اختیار میں وزیراعظم ، وزراء قانون ساز اور حکومت کے سرکاری ملازمین کے خلاف کرپشن کی تحقیقات کرنا شامل ہوگا۔لوک پال کا تحقیق اور کارروائی کا طریقہ کار انتہائی جامع ہوگا اور وہ سنٹرل بیورو آف انوسٹی گیشن (Central bureau of Investigation) (CBI) کو دیئے جانے والے مقدمات کی بھی نگرانی کرے گا۔اس طرح سنٹرل وجیلنس کمیشن Central Vigilance commission (CVC) اور سی بی آئی کی اینٹی کرپشن برانچ کو بھی آخر کار لوک پال میں ضم کر دیا جائے گا۔[36]

وقتی طور پر، اس وقت کرپشن کے سرکاری امور کی تحقیقات کرنے والے اہم اداروں میں سی وی سی (CVC) سی بی آئی (CBI) ، چیف انفارمیشن کمیشن (CIC) اور وفاقی/یونین لیول پر آفس آف دی

کنٹرولر اینڈ آڈیٹر جنرل (سی اینڈ اے جی) (Office (C&AG) of the Controller & Auditor General شامل ہیں۔ اینٹی کرپشن قوانین پر عمل درآمد کے لئے ریاستوں میں مقامی اینٹی کرپشن بیوروز (اے سی بی ،ز) موجود ہیں [37]۔ سی بی آئی اور سٹیٹ اے سی بی ،ز، کرپشن کے مقدمات کو پی سی اے اور انڈین پینل کوڈ کے تحت ڈیل کرتے ہیں۔

بھارت کے آئین میں ساتویں شیڈول کی یونین لسٹ میں درج ہے کہ سنٹرل بیورو آف انوسٹی گیشن (CBI) کو 1963 میں قائم کیا گیا اور یہ اپنے اختیارات دہلی سپیشل پولیس اسٹیبلشمنٹ ایکٹ 1946، Delhi Special Police Establishment Act, 1946 سے حاصل کرتا ہے۔[38] دہلی سپیشل پولیس اسٹیبلشمنٹ (DSPE) جیسے ڈی ایس پی ای (DSPE) کے تحت 1946 میں قائم کیا گیا۔ اس کا مقصد لین دین کے معاملات میں کرپشن کے مقدمات کو ڈیل کرنا ہے۔ جبکہ (CBI) کو (DSPE) کے بعد قائم کیا گیا ہے۔ اس کی سربراہی ایک ڈائریکٹر کرتا ہے، جو کہ ڈائریکٹر جنرل آف پولیس یا پولیس کمشنر (اسٹیٹ) کے عہدے کا حامل ایک آئی پی ایس (IPS) (انڈین پولیس سروس) آفیسر ہوتا ہے۔ ڈائریکٹر کا تقرر، لوک پال ایکٹ کے مطابق مرکزی حکومت منتخب کمیٹی کی سفارشات پر کرتی ہے۔ منتخب کمیٹی وزیراعظم ، چیف جسٹس آف انڈیا یا اس کے نامزد رکن، قائد حزب اختلاف یا سب سے بڑی اپوزیشن پارٹی کے لیڈر پر مشتمل ہوتی ہے [39] ۔ یہ سب سے اعلیٰ تحقیقاتی ایجنسی ہے جو 9 ڈویژنوں، 16 تحقیقاتی زونز اور ان زونز کے ماتحت 60 تحقیقاتی برانچوں پر مشتمل ہے۔ جس میں 5,796 افسران کام کرتے ہیں۔ یہ ایجنسی مرکزی حکومت کی تمام برانچوں، مرکزی مالی اداروں، مرکزی سرکاری اموراور یونین کے تمام علاقوں میں کرپشن اور فراڈ کے مبینہ مقدمات کی تحقیقات کرتی ہے۔ اس کی نگرانی مرکزی حکومت کرتی ہے۔ لیکن پی سی اے کے تحت مقدمات کی تحقیقات اور اس کی کارکردگی کو سی وی سی (CVC) سپروائز کرتی ہے۔ لوک پال کو سی بی آئی اور اسے دیئے جانے والے مقدمات کی نگرانی کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔[40] تاہم سٹریٹ لیول کے مقدمات کی تحقیقات کے لئے، سی بی آئی (CBI) کو اعلیٰ عدالتیں ہدایات فراہم کرسکتی ہیں یا اسے سٹیٹ گورنمنٹ کی منظوری لینا پڑتی ہے[41] ۔

سنٹرل وجیلنس کمیشن Central Vigilance Commission (CVC) ایک خودمختار آئینی ادارہ ہے۔ جسے ایک قرارداد کے ذریعے 1946 میں قائم کیا گیا اور بعدازاں سی وی سی ایکٹ 2003 (CVC Act) کے ذریعے اسے قانونی حیثیت دی گئی۔ یہ کثیرارا کین پر مشتمل ا دارہ ہے۔ اس میں سنٹرل وجیلنس کمشنر، (چیئرپرسن) اور زیادہ سے زیادہ دو وجیلنس کمشنرز (اراکین) شامل ہیں۔ ان کا تقرر صدر کمیٹی کی سفارشات پر کرتا ہے۔ کمیٹی وزیراعظم (چیئرپرسن) وزیر برائے داخلہ امور اور قائد حزب اختلاف پر مشتمل ہوتی ہے۔ سی وی سی (CVC) سنٹرل گورنمنٹ کے محکموں اور پبلک ایڈمنسٹریشن میں کرپشن کو روکنے والا اعلیٰ ادارہ ہے۔ سی وی سی (CVC) کو پبلک ایڈمنسٹریشن میں مبینہ کرپشن کے مقدمات کی تحقیقات اور کرپشن کی وجوہات معلوم کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہے۔ تاہم اس کے پاس براہ راست ان سرکاری ملازمین پر کارروائی یا تحقیقات کرنے کا اختیار نہیں جو پی سی اے 1988، (PCA 1988) کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

سی وی سی مقدمے کو متعلقہ سرکاری محکمے میں سنٹرل وجیلنس آفیسر Central vigilance Officer (CVO) یا پھر سی بی آئی کے حوالے کر دیتا ہے۔ انکوائری کی صورت میں یہ بطور سول کورٹ کام کرتا ہے اور کمیشن کے تحت کارروائیوں کو عدالتی کارروائیاں سمجھا جاتا ہے[42]۔ سی بی آئی CBI، کمیشن کو ان مقدمات کی تحقیقاتی رپورٹ پیش کرتا ہے۔ جو سی وی سی CVC اس کے حوالے کرے۔ جبکہ کمیشن سپیشل کورٹ کے سامنے سرکاری ملازم کے خلاف یا تو چارج شیٹ پیش کرتا ہے یا کلوژر رپورٹ Clasure Report۔ یا مجاز اتھارٹی کی طرف سے متعلقہ سرکاری ملازم کے خلاف محکمانہ کارروائیاں یا کوئی دوسرا موزوں ایکشن شروع کرتا ہے[43]۔ ایسے تمام مقدمات کی کارروائی مرکزی یا سٹیٹ گورنمنٹ کے مقررہ سپیشل جج عمل میں لاتے[44]۔

ایک اعلیٰ سلیت کے حامل ادارے کے طور پر یہ بہترین نگران انتظامیہ قائم کرتا ہے۔ اور حکومت کو کرپشن ختم کرنے کے لئے ہدایات دیتا ہے۔ تمام سنٹرل محکموں/کمیشن کے دائرہ اختیار میں چوکس یونٹس قائم ہیں۔ جن کی سربراہی سی وی او،ز CVO`s کرتے ہیں۔ سی وی او،ز ،انتہائی محتاط انداز میں آڈٹ کرتے ہیں اور سالانہ اور ماہانہ بنیادوں پر کمیشن کو رپورٹس پیش کرتے ہیں۔ کمیشن، وجیلنس اوویئرنس ویک Vigilance Awareness Week ہر سال مناتا ہے۔ اس دوران محکمانہ کارروائیوں پر سی وی او،ز کو ٹریننگ دی جاتی ہے۔، وہسل بلوار Whistlblower کیس سٹڈیز کے بارے میں معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ چوکس رہنے کا نیوز لیٹر، جرنلز شائع کیے جاتے ہیں اور افسران کو اپنے فرائض کی بہتر ادائیگی کے لئے کرپشن پر گفت وشنید میں شامل کیا جاتا ہے۔

بھارت میں کرپشن کے خلاف جنگ میں رائٹ ٹو انفارمیشن ایکٹ Right to Information Act 2005 نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس ایکٹ کے مطابق عوام کو 30 یوم کے اندر سرکاری دستاویزات تک رسائی دی جاتی ہے۔ آر ٹی آئی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کمیشن نے، آر ٹی آئی درخواستوں کو جمع کرانے کے لئے ایک علیحدہ آر ٹی آئی سیل قائم کیا ہے۔ اس سیل کے افسران ڈائریکٹر اور ڈپٹی سیکرٹری کے مساوی، سنٹرل پبلک انفارمیشن آفیسرز کے طور پر کام کرتے ہیں اور ایڈیشنل سیکرٹری بطور اپیلیٹ اتھارٹی Appellate Authority اپنے فرائض ادا کرتا ہے۔[45] کمیشن ای۔ پرکیورمنٹ اور ای۔ پیمنٹ جیسے اقدامات اٹھا رہا ہے تاکہ سرکاری افسران سے براہ راست رابطوں کو کم کیا جا سکے اور ٹرانسپرنسی اور پراجیکٹ مینجمنٹ کو بہتر بنایا جا سکے۔ اس کے علاوہ کمیشن نے شکایات درج کرانے کا تفصیلی طریق کار بنایا ہے۔ یہ طریقہ کار وہسل بلوار شکایتی طریقہ کار کے ہمراہ کمیشن کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔ کمیشن باقاعدہ طور پر ایسے طریق کار کو آرگنائزیشنوں کتابچوں، جرنلز اور سیمیناروں کے ذریعے شائع کرواتا ہے۔ جس سے عوام کو شکایت درج کرانے میں آسانی اور حوصلہ افزائی بھی ممکن ہو۔[46]

گزشتہ 65 سالوں کے دوران سنٹرل بیورو آف انوسٹی گیشن CBI ایک اعلیٰ ترین تحقیقاتی ایجنسی کے طور پر سامنے آیا ہے۔ اسے 82 سنٹرل ایکٹس، 22 سٹیٹ ایکٹس اور بھارت میں کہیں بھی انڈین پینل کوڈ کے تحت 252 جرائم کے تحت جرائم کی تحقیقات اور ان پر کارروائی کا بھرپور قانونی مینڈیٹ حاصل ہے۔ 2013 میں اقبال جرم کی شرح 68.62 فیصد تھی۔ تاہم، اعلیٰ عدالتیں، برسراقتدار پارٹی

کے سیاستدانوں یا با اثر افراد کے مقدمات کے حوالے سے سی بی آئی کی خودمختاری کا جائزہ لیتی ہیں[47]

۔ جہاں تک کمیشن کی کارکردگی کا تعلق ہے تو 2013 کی حالیہ سالانہ رپورٹ کے مطابق کمیشن نے بڑے چھوٹے 4801 مقدمات میں رہنمائی فراہم کی ہے اور ایک مہینے میں 79 فیصد ہدایات دی گئیں۔ کمیشن کی طرف سے منظوری دینے پر متعلقہ اتھارٹیوں نے سولہ سرکاری ملازمین کے خلاف کارروائی کی منظور دی سی وی او، ز کی سالانہ رپورٹوں کے مطابق سرکاری ملازمین کے خلاف مدقمات میں 17672 چھوٹی بڑی سزائیں دی گئیں۔[48]

ان اعداد وشمار کے باوجود عام طور پر یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ کرپشن کی تحقیقات، کارروائی اور سزاؤں کے درمیان رابطہ موجود نہیں۔ جیسا کہ سی وی سی صرف کارروائی کی سفارش کرسکتی ہے۔ سزائیں نہیں دے سکتی اور اکثر اوقات اس کی سفارشات پر عمل نہیں کیا جاتا۔ ''ایسے جرائم کی اصل سزا شاذونادر ہی دی جاتی ہے'' 2005-2009 کے دوران، سی وی سی نے جن مقدمات کے بارے میں کرپشن کے ثبوت پیش کیے ان میں سے حکومت نے صرف 6 فیصد پر کارروائی کی۔[49]

پاکستان

پاکستان، ٹی آئی سی پی آئی TICPI 2014 میں 175 ممالک میں 126 ویں نمبر پر ہے۔ اور اس کا سکور 29 ہے۔ ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کے مطابق سی پی آئی چارٹس پر 1995 سے اب تک یہ بہترین سکور ہے۔[50] لیکن بدقسمتی اس کے باوجود پاکستان کرپشن فری ممالک کی فہرست میں شامل نہیں ہے اور کرپشن پاکستان میں عام ہے۔[51] بنیادی طور پر پاکستان کا بنیادی قانونی فریم ورک 1947 میں آزادی حاصل کرنے کے بعد، برطانوی دور کے قوانین سے اخذ کیا گیا ہے۔ ابتداء میں پاکستان میں کرپشن کو تعزیرات پاکستان، 1860 کے ذریعے ڈیل کیا جاتا تھا۔ 68 سالوں کے عرصے میں کئی اینٹی کرپشن اقدامات اٹھائے گئے اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کے فروغ کے باوجود سرکاری اور پرائیویٹ شعبے کی کرپشن کو ختم نہ کیا جاسکا۔

پاکستان میں کرپشن کو ڈیل کرنے والے بنیادی قوانین میں پاکستان پینل کوڈ (پی پی سی) (PPC) 1860 دی پری وینشن آف کرپشن ایکٹ (پی سی اے) ، 1947 (PCA) اور نیشنل اکاؤنٹیبلٹی آرڈیننس (این اے او)، 1999 (NAO)[53] شامل ہیں۔ وفاقی سطح پر دو اینٹی کرپشن اتھارٹیز (اے سی اے، ز) (ACA`s) یعنی نیشنل اکاؤنٹیبلٹی بیورو (نیب) اور فیڈرل انوسٹی گیشن ایجنسی (ایف آئی اے) کام کر رہی ہیں صوبائی سطح پر چار اے سی اے، ز یعنی اینٹی کرپشن اسٹیبلشمنٹس (ACEs) سرکاری شعبے میں کرپشن کے مقدمات کی تحقیقات کا اختیار رکھتی ہیں۔[54] نیب آرڈیننس کے ذریعے اکاؤنٹیبلٹی کورٹس قائم کی گئی ہیں جو نیب کے مقدمات کو ڈیل کرتی ہیں۔ کرمنل لاء ایکٹ، Criminal Law Amendment Act, 1958 کے تحت قائم شدہ سنٹرل اور پراوینشل سپیشل کورٹس ایف آئی اے اور اے سی ای، ز کے مقدمات کو ڈیل کرتی ہیں مختلف اتھارٹیز، مثلاً (پیپرا)، پبلک اکاؤنٹس کمیٹیوں (پی اے سی، ز)[55] (PAC`s) کے ذریعے سرکاری کاموں کی نگرانی

کرتی ہے۔ آفس آف آڈیٹر جنرل آف پاکستان اور وفاقی محتسب آف پاکستان بھی یہی کام سرانجام دیتے ہیں۔

بھارت کی طرح پاکستان میں بھی سپیشل پولیس اسٹیبلشمنٹ برصغیر کی پہلی اے سی اے کے طور پر قائم تھی جبکہ اس کا قیام برطانوی حکومت نے 1938 میں کیا۔ بعد میں 1947 میں اس کا نام تبدیل کر کے پاکستان سپیشل پولیس اسٹیبلشمنٹ (پی ایس پی ای) رکھ دیا گیا۔ پی ایس پی ای وفاقی حکومت کے ملازمین کی کرپشن کی تحقیقات کرتی تھی۔ تاہم وہ بہت موثر نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسے 1975 میں فیڈرل انوسٹی گیشن ایجنسی FIA سے تبدیل کر دیا گیا۔ ایف آئی اے کا قیام فیڈرل انوسٹی گیشن ایجنسی ایکٹ (1947) کے تحت عمل میں لایا گیا۔ صوبائی سطح پر کرپشن کو ڈیل کرنے کے لئے چار اینٹی کرپشن اسٹیبلشمنٹس اے سی ای، ز قائم کی گئیں [56] ایف آئی اے حکومتوں کا سیاسی آلہ کار بن گئی جس کی وجہ سے احتساب بیورو کا قیام، احتساب ایکٹ 1997 کے تحت عمل میں لایا گیا۔ 1999 میں چوتھے فوجی دور میں، احتساب بیورو کو نیشنل اکاؤنٹیبلٹی بیورو(NAB) میں تبدیل کر دیا گیا۔ اور اس وقت نیشنل اکاؤنٹیبلٹی بیورو آرڈیننس (نمبر xviii بابت 1999) (این اے او)(NAO) کو نافذ کیا گیا۔ آرڈیننس کے ذریعے 1985 سے ہونے والے جرائم کو بھی عدالتی دائرہ سماعت میں شامل کیا گیا۔[57]

نیب کو ہانگ کانگ اور سنگاپور کے اے سی اے، ز ACA`s کے طرز پر قائم کیا گیا۔ نیب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے فوجداری طریقہ کار کو وضع کیا ہے۔ جیسا کہ ثبوت فراہم کرنا الزام لگانے والے کی ذمہ داری ہے تا کہ اسے اس ثبوت کے مطابق ٹیسٹ کیا جا سکے [58] ۔نیب کو اعلیٰ اینٹی کرپشن اتھارٹی کا درجہ حاصل ہو چکا ہے اور وہ پوری طاقت سے فیلڈ میں کام کر رہا ہے۔ اس کے طریقہ ہائے کار سخت ہیں اور وہ سرکاری یا پرائیویٹ سیکٹر، کسی بھی شعبے میں کرپشن یا ایسی بدعانونیوں میں ملوث کسی بھی فرد کو سخت سزائیں تجویز کر سکتا ہے۔ ایسے افراد جو اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھائیں۔ عوام کو بڑے پیمانے پر دھوکہ دہی، بینکوں کے نادہندہ ہوں، منی لانڈرنگ جیسے جرائم میں ملوث ہوں۔ نیب انہیں ڈیل کرتا ہے۔ نیب کا دائرہ کار تمام سرکاری عہدیداران حتیٰ کہ تمام سیاستدانوں پر محیط ہے۔ وزرائے اعلیٰ، وزیراعظم، کسی صوبے کا گورنر خواہ سابقہ ہوں یا موجودہ نیب کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔ این اے او میں ''رضا کارانہ واپسی'' اور ''استغاثہ اور مجرم کے درمیان سمجھوتہ'' جیسی دفعات کو شامل کیا گیا۔[59] جن کی وجہ سے لوٹی ہوئی قومی دولت کو واپس ملک میں لایا گیا۔ نیب کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی وقت کسی بھی تنظیم/محکمے سے دوران تفتیش معلومات حاصل کر سکتا ہے اور ساتھ ہی دوران کارروائی کسی ملزم کے اثاثوں کو بھی منجمد کر سکتا ہے۔[60] این اے او کے تحت اگر کوئی سرکاری عہدیدار یا کوئی اور فرد مجرم قرار پائے تو اسے 14 سال کی قید ہو سکتی ہے۔[61] 1999 تک اور نیب کے قیام سے پہلے ایف آئی اے، وفاقی سطح پر ایک اہم احتسابی ادارہ تھا۔ ابھی بھی یہ بطور اینٹی کرپشن اتھارٹی کام کر رہا ہے لیکن اب اس کا دائرہ کار محدود ہے۔ این اے او اور نیب کا دائرہ کار پورے ملک پر محیط ہے اور یہ تمام اینٹی کرپشن قوانین سے بالا ہے۔ کوئی بھی عدالت نیب کے کسی مجرم کو ضمانت پر رہا نہیں کر سکتی۔ بطور ایک قانونی ادارہ، نیب کا قانونی طریقہ کار بہت مضبوط ہے۔ این اے او، 1999(NAO, 1999) کی دفعات کو دیگر تمام قوانین پر برتری حاصل ہے۔ لہٰذا جب نیب کسی مجرم پر کارروائی کرتا ہے تو دیگر تمام ایجنسیاں اس پر کارروائی نہیں کر سکتیں۔

نیب کے دو دفاتر ہیں، چیئرمین اور پراسیکیوٹر جنرل اکاؤنٹیبلٹی (پی جی اے)(PGA)[64]

چیئرمین اور پراسیکیوٹر جنرل اکاؤنٹیبلٹی کو صدر نیشنل اسمبلی کے لیڈر آف دی ہاؤس اور لیڈر آف دی اپوزیشن کی رضامندی سے تعینات کرتا ہے۔ ان کی مدت عہدہ بتدریج چار اور تین سال ہے جس میں اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور انہیں صرف سپریم کورٹ کے جج کی برطرفی کے طریق کار کے مطابق ہی برطرف کیا جا سکتا ہے۔[65]

قانون کے مطابق، نیب کو آپریشنل اور فنکشنل معاملات میں خودمختاری حاصل ہے۔ نیب کسی ادارے یا وفاقی اور صوبائی حکومت کو جوابدہ نہیں ہے۔ لیکن عملاً نیب بھی سیاسی اثر سے آزاد نہیں۔ ایسے سیاسی آلے کے طور پر استحصال کیلئے استعمال کا جاتا ہے۔[66] مختلف حکومتوں نے نیب کو دبانے یا اسے تبدیل کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے اس کی کارکردگی سست روی کا شکار ہو گئی۔[67]، متنازعہ نیشنل ریکونسلیشن آرڈیننس این آر او (NRO)، 5 اکتوبر، 2007 کے ذریعے بہت سے سیاستدانوں، سیاسی ورکروں کو بڑے سیاسی سکینڈلوں سے آزادی مل گئی جن پر کرپشن کے بڑے الزامات تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نیب پر عوام کا اعتماد کم ہو گیا۔ تاہم، ان تمام نقائص کے باوجود نیب کے 247.331............ کو بازیاب کرایا اور کئی سرکاری عہدیداروں، سیاستدانوں اور سنیئر ملٹری افسران کے جرم ثابت ہونے پر کارروائیں جاری ہیں۔ ابتداء میں، نیب کے پاس ایک انفورسمنٹ پالیسی تھی جس کے ذریعے سزاؤں اور بازیابیوں پر زیادہ توجہ دی جاتی تھی۔ لیکن کرپشن روکنے میں ناکامی کی وجہ سے 2002 میں نیب کے اپنی سہ مقاصد نیشنل اینٹی کرپشن سٹریٹجی (این اے سی ایس) National Anti-Coruption Strategy (NACS) وضع کی۔ اس کے تحت کرپشن کو روکنے کے لئے ایک طرف تو قوانین پر سختی سے عمل درآمد پر زور دیا گیا تو دوسری طرف آگاہی اور کرپشن کے انسداد کو بھی شامل کیا گیا۔ اس حکمت عملی کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے نیب نے ایک آگاہی اور انسداد کا ونگ قائم کیا ہے۔ یہ ونگ میڈیا اور تعلیمی پروگراموں کے ذریعے سرکاری شعبے میں کرپشن روکنے کے لئے عوام میں آگاہی پیدا کر رہا ہے۔ یہ ونگ کنٹریکٹ کی نقول بھی حاصل کرتا ہے اور تمام بڑے قومی منصوبوں اور ان کے کنٹریکٹوں کا بھی جائزہ لیتا ہے۔

وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے محکموں، وزارتوں، قانونی کارپوریشنوں، سرکاری اداروں اور سرکاری عہدیداران کے ضابطوں، قانونی ڈھانچوں اور طریقہ کاروں کا جائزہ لینے کے بعد یہ ونگ کرپشن کی نشاندہی کرتا ہے اور اسے روکنے کے لئے اپنی سفارشات پیش کرتا ہے۔[68]

احتسابی عمل کو موثر بنانے کے لئے نیب اپنی سالانہ رپورٹس اور سہ ماہی معلومات کی فراہمی کے ذریعے اپنی کارکردگی کے بارے میں ضروری معلومات بھی فراہم کرتا ہے۔ اس کی سرکاری ویب سائٹ پر شکایت درج کرانے کا طریقہ کار موجود ہے۔ قانون کے تحت نیب کو معلومات فراہم کرنے والے کا نام صیغہ راز میں رکھنا پڑتا ہے۔[69] اپنی سرکاری ویب سائٹ کے ذریعے نیب ''اطلاع دینے والوں'' کی رہنمائی کرتا ہے تاکہ کرپشن، پبلک کے قرضوں کے نادہندگان اور لوٹی ہوئی دولت واپس حاصل کرنے میں مدد مل سکے۔[70] وہسل بلوارز کو انعامات سے متعلقہ دفعات این اے او، 1999 کی دفعہ 33 اے کے تحت موجود ہیں۔ تاہم، وہسل بلوارز سرکاری کرپشن کی نشاندہی کرنے سے کتراتے ہیں کیونکہ انہیں تحفظ دینے والی قانون کی دفعات پر عمل درآمد کا یقین نہیں۔

نتیجہ اور نیب کے لئے سفارشات

اس مطالعے کے ذریعے تین ایشیائی ممالک کے احتسابی ڈھانچوں کی کارکردگی کا جائزہ لیا جو کہ تین ماڈلز پر کام کر رہے ہیں۔ ان ماڈلز کی بنا پر پاکستان کے احتسابی ڈھانچے کا جائزہ لیا گیا۔ امتیازی خصوصیات کو جدول 2 میں مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

تینوں ممالک میں موجود احتسابی طریقوں کے ماڈلز کا موازنہ کرنے کے بعد اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہانگ کانگ کا نظام کرپشن کنٹرول کرنے کے حوالے سے سب سے زیادہ موثر ہے۔ کیونکہ ہانگ کانگ کی کارکردگی مندرجہ بالا تمام علامات کے حوالے سے سب سے بہتر ہے۔ جبکہ ٹی آئی سی پی آئی چارٹس پر جاپان کا سکور قدرے بہتر ہے حالانکہ وہاں بڑے پیمانے پر کرپشن کو ختم نہیں کیا جا سکا۔ پھر بھی ٹی آئی سی پی آئی کے بہتر سکورز عوامی مشاہدات کی بنا پر درج کیے گئے ہیں۔ جاپان میں چونکہ چھوٹے پیمانے پر کرپشن نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ جاپان کے عوام کو سرکاری افسروں کے ہاتھوں کوئی تکلیف نہیں ملتی۔ بھارت اور پاکستان میں کرپشن کو روکنے کے طریق کار تو موجود ہیں مگر عوام کو ان پر اعتماد نہیں۔ عوام چاہتے ہیں کہ ان کے ادارے سیاسی دباؤ سے مکمل آزاد ہوں اور انہیں جوابدہ ہوں۔ اداروں کا احتساب بڑے پیمانے پر ہوگا تو عوام کا اعتماد بحال ہوگا۔

تمام ممالک کے احتسابی ڈھانچوں میں کوئی نہ کوئی خامی موجود ہے۔ کسی ایک ماڈل میں سارے مسائل کا حل موجود نہیں۔ سابقہ تحقیقات کے مطابق یہ ضروری ہے کہ اے سی اے، ACA`s زکے موثر طور پر فعال ہونے کے لئے بہت سے عوامل ضروری ہیں۔ مثلاً ایک مضبوط قانونی فریم ورک، موزوں وسائل اور اس کے ساتھ ساتھ اے سی اے، ز میں موجود افراد ہر قسم کے سیاسی دباؤ اور کنٹرول سے آزاد ہوں تا کہ وہ اینٹی کرپشن قوانین کو بھرپور نافذ کر سکیں۔ پوری سیاسی انتظامیہ اس عمل میں ان کے ساتھ ہو۔[72]

مندرجہ بالا چاروں ممالک کے تقابلی جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ کرپشن ختم کرنے کے ڈھانچوں میں کون سی خصوصیات کا ہونا ضروری ہے ساتھ ہی ایسے عوامل کا بھی پتہ چلتا ہے جن سے مزید بہتر فوائد حاصل ہو سکیں مثلاً وہسل بلوار پروٹیکشن Whistlower Protection معلومات فراہم کرنا، نڈر اور مضبوط میڈیا اور سب سے بڑھ کر عوام کا کرپشن کو کسی صورت برداشت نہ کرنا۔[73]

ان تمام شرائط کو جب ہم نیب کے حوالے سے جانچتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ سوائے آزاد میڈیا اور نیب کے موزوں وسائل کے باقی کوئی بھی پوری نہیں ہو رہی۔[74] پاکستان میں نیب کا ادارہ ہانگ کانگ کے انڈیپنڈنٹ کمیشن اگینسٹ کرپشن (آئی سی اے سی) باوجود یہ کہ نیب کو ایک طرف بھرپور آپریشنل خودمختاری حاصل ہے تو دوسری طرف بہترین قوانین اس کے پاس موجود ہیں۔ پھر بھی یہ ادارہ کرپشن کو روکنے میں خاطرخواہ کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ اس نے کامیابی سے چند سینئر سرکاری افسران اور کرپٹ افراد پر کارروائی کی ہے مگر سیاستدانوں پر سیاسی کارکنوں، بیوروکریٹس کی بدعنوانیاں اور کرپشن سیکنڈلز میں بڑے لوگوں کو چھوٹ دینے کی وجہ سے اس پر عوامی اعتماد کم ہو گیا ہے۔[75]

اور پاکستان میں کرپشن کو روکنے کے طریق کار تو موجود ہیں مگر عوام کو

جدول نمبر2: احتسابی ڈھانچوں کی امتیازی خصوصیات

پیمانے	جاپان	ہانگ کانگ	بھارت	پاکستان
قانونی فریم ورک	بہت سے قوانین؛ این سے ای موجودنہیں؛ پبلک پراسیکیوٹر	ایک اے سی اے، آئی سی اے سی	بہت سی اے سی او، ز (سی پی آئی اور سی وی سی وغیرہ) بہت سے قوانین؛ لوک پال کے قیام کا انتظار ہے	دیگر ایجنسیوں کے ساتھ ساتھ مضبوط اے سی اے فریم ورک؛ لیکن محدود دائرہ اختیار
سربراہ کی تقرری کا طریق کار	وزارت انصاف کے زیر انتظام	چیف ایگزیکٹو کی سفارش پر اسٹنٹ کونسل کی طرف سے کمشنر کی پانچ سالوں کے لئے تقرری اور معزولی کے لئے بھی یہی طریق کار ہے	کمیٹی کی سفارشات پر صدر کی طرف سے کمشنر، سی وی سی کا تقرر۔ جبکہ کمیٹی وزیر اعظم (چیئر پرسن) وزیر برائے داخلہ اور لیڈر آف دی اپوزیشن اور سی بی آئی کے ڈائریکٹر پر مشتمل ہوتی ہے۔ جس کا تقرر سلیکشن کمیٹی کی سفارشات پر صدر کی طرف سے مرکزی حکومت کرتی ہے اور سلیکشن کمیٹی وزیر اعظم، چیف جسٹس آف انڈیا یا اس کے نامزد کردہ اور ایل او پی پر مشتمل ہوتی ہے	چیئرمین جس کا تقرر صدر کرتا ہے اور اس کی معزولی کا وہی طریقہ کار ہے جو سپریم کورٹ کے جج کے لئے ہے
ٹیکنالوجی کا استعمال	آگاہی پھیلانے کے لئے موثر طور پر استعمال نہیں ہوتی؛ کوئی جامع ویب سائٹ موجود نہیں	موثر؛ حال ہی میں آئی سی اے سی، ز کی ٹرانسپرنسی کو بڑھانے کیلیے سمارٹ فون سلیکشن شروع ہوئی ہے؛ موثر ٹرانسپرنسی ویب سائٹس اور آن لائن کمپلینٹ کا نظام؛ میڈیا کا موثر استعمال	ای۔ پراکیورمنٹ ای۔ پیمنٹ وغیرہ جیسی ٹیکنالوجی کے فروغ کے لئے مہم سازی، تاکہ سرکاری افسران کے ساتھ براہ راست رابطے کو کم کیا جاسکے اور ٹرانسپرنسی قائم ہو؛ جامع ویب سائٹس اور کمپلینٹ سسٹم؛ میڈیا کا موثر استعمال	درمیانی سطح پر جامع ویب سائٹ، آن لائن کمپلینٹ کا طریق کار، میڈیا کا کم استعمال

عوام کے ساتھ رابطہ	پراسیکیوشن کمیٹیوں؟	ایک جامع اور طویل مدت ہر شعبے سے متعلقہ حکمت عملی تا کہ استحکام کو فروغ حاصل ہو اور کمیونٹی کی معاونت کو بہتر بنایا جاسکے	سی وی سی کی طرف سے آگاہی مہم	حکمت عملی تو موجود ہے مگر وسیع پیمانے پر عمل درآمد نہیں ہو رہا
چھوٹی یا بڑی کرپشن کو کنٹرول کرنے کی موثر صلاحیت،	معمولی کرپشن کو موثر طور پر کنٹرول کرنا	بہت موثر	زیادہ موثر نہیں	بالکل بھی موثر نہیں

ان پر اعتماد نہیں۔ عوام چاہتے ہیں کہ ان کے ادارے سیاسی دباؤ سے مکمل آزاد ہو اور انہیں جوابدہ ہوں ۔ اداروں کا احتساب بڑے پیمانے پر ہوگا تو عوام کا اعتماد بحال ہوگا۔

تمام ممالک کے احتسابی ڈھانچوں میں کوئی نہ کوئی خامی موجود ہے۔ کسی ایک ماڈل میں سارے مسائل کا حل موجود نہیں۔ سابقہ تحقیقات کے مطابق یہ ضروری ہے کہ اے سی اے، ز ACA`s کے موثر طور پر فعال ہونے کے لئے بہت سے عوامل ضروری ہیں۔ مثلاً ایک مضبوط قانونی فریم ورک، موزوں وسائل اور اس کے ساتھ ساتھ اے سی اے، ز میں موجود افراد ہر قسم کے سیاسی دباؤ اور کنٹرول سے آزاد ہوں تا کہ وہ اینٹی کرپشن قوانین کو بھرپور نافذ کر سکیں۔ پوری سیاسی انتظامیہ اس عمل میں ان کے ساتھ ہو۔[76]

مندرجہ بالا چاروں ممالک کے تقابلی جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ کرپشن ختم کرنے کے ڈھانچوں میں کون سی خصوصیات کا ہونا ضروری ہے ساتھ ہی ایسے عوامل کا بھی پتہ چلتا ہے جن سے مزید بہتر فوائد حاصل ہو سکیں مثلاً وہسل بلوار پروٹیکشن Whistlower Protection معلومات فراہم کرنا، نڈر اور مضبوط میڈیا اور سب سے بڑھ کر عوام کا کرپشن کو کسی صورت برداشت نہ کرنا۔

ان تمام شرائط کو جب ہم نیب کے حوالے سے جانچتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ سوائے آزاد میڈیا اور نیب کے موزوں وسائل کے باقی کوئی بھی پوری نہیں ہو رہی۔ پاکستان میں نیب کا ادارہ ہانگ کانگ کے انڈیپنڈنٹ کمیشن اگینسٹ کرپشن (آئی سی اے سی) باوجود یہ کہ نیب کو ایک طرف بھرپور آپریشنل خودمختاری حاصل ہے تو دوسری طرف بہترین قوانین اس کے پاس موجود ہیں۔ پھر بھی یہ ادارہ کرپشن کو روکنے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کرسکا۔ اس نے کامیابی سے چند سینئر سرکاری افسران اور کرپٹ افراد پر کارروائی کی ہے مگر سیاستدانوں پر سیاسی کارکنوں، بیوروکریٹس کی بدعنوانیاں اور کرپشن سیکنڈلز میں بڑے لوگوں کو چھوٹ دینے کی وجہ سے اس پر عوامی اعتماد کم ہو گیا ہے۔[77]

اس پیپر میں تینوں نظاموں میں سے بہترین مثالوں کو پیش کیا گیا ہے تا کہ انہیں پاکستان کے اینٹی کرپشن نظام میں عمل میں لایا جائے۔

ہانگ کانگ نے اینٹی کرپشن کیلئے بہت سے موثر اقدامات کیے۔ مثلاً سب سے پہلے آئی سی اے سی ایسے افراد پر مشتمل ہے جن کا کوئی سابقہ کرپشن کا ریکارڈ موجود نہیں۔ تمام تر قریاں اسسٹنٹ کونسل وزیر اعظم کی سفارش پر عمل میں لاتی ہے۔ دوسری طرف آئی سی اے سی نے عوام کا اعتماد بحال کیا ہے اور بڑے بڑے مقدمات میں بڑے عہدوں پر فائز پولیس افسران پر کارروائی کر کے عوام کو یہ پیغام دیا ہے کہ کرپشن کو ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ تیسری طرف، اس نے عوام میں کرپشن کے نقصانات اور قوانین سے آگاہی کو فروغ دیا۔ چوتھے، اس نے معمولی کرپشن میں ملوث افراد پر ہونے والی کارروائی کو شائع کیا تاکہ عوام میں کرپشن مخالف ماحول پیدا ہو۔ بھارت بھی ایک ایسا ماحول پیدا کرنے میں سرگرم عمل ہے جہاں اینٹی کرپشن کے نظام کو مکمل طور پر نافذ کیا جائے وہاں ایک موثر اینٹی کرپشن قانون کو نافذ کیا گیا ہے اور ایک خود مختار اے سی اے بھی قائم ہے جس کا دائرہ اختیار وزیر اعظم تک محیط ہے۔ اے سی اے میں بھرتی کے عمل کو سخت ترین بنایا گیا ہے اور ایک دفعہ اس کے قیام کے بعد اسے اختیارات حاصل ہیں کہ وہ کسی بھی حکومتی عہدیدار کو بغیر کسی دوسری اتھارٹی کی منظوری کے، احتساب کے کٹہرے میں کھڑا کر سکے۔ جاپان میں اداروں کے بارے میں معلومات کو کھلے عام افشا کیا جاتا ہے اور اس بات پر بھی زور دیا جا رہا ہے کہ کرپشن کے خلاف کارروائیوں میں عوام کو شمولیت دی جائے۔ جاپان، ہانگ کانگ، بھارت کے بارے میں تفصیلی بحث کے بعد پاکستان میں نیب کے لئے درج ذیل اصلاحات کی سفارش کی جاسکتی ہے۔

x۔ صدر کے تقرری کرنے کے طریق کار کو ہانگ کانگ اور بھارت کی طرز پر بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ جہاں کمشنروں کا تقرر یا تو اسسٹنٹ کونسل کرتی ہے یا ایک کمیٹی

xi۔ قانون میں ایسی دفعات شامل ہونی چاہیں جن کے ذریعے نیب کے لئے کرپٹ افسروں اور سیاستدانوں پر کارروائی کرنے کے لئے حکومت کی اجازت طلب کرنا لازمی نہ ہو۔ اسی طریقے سے سیاسی مداخلت کے بغیر احتساب کا نظام بہت وسیع ہو جائے گا۔

xii۔ ایک ہی اے سی اے کے تحت کرپشن کے تمام مقدمات کو ڈیل کیا جائے اور اس کے علاوہ باقی مساوی عدالتی دائرہ کار کو ختم کر دیا جائے۔

xiii۔ نیب کو موثر بننے کے لئے عوام کا بھرپور اعتماد حاصل ہونا چاہیے۔ اور اس مقصد کے لئے نیب پر لازم ہے کہ وہ بڑے مقدمات میں اقبال جرم کو یقینی بنائے۔

xiv۔ نیب کو چاہیے کہ وہ کرپشن کی خرابیوں کے بارے میں عوام کو آگاہ کرے اور گائے بگائے کوششوں کی بجائے مسلسل (کم از کم ماہانہ بنیادوں پر) مہم جوئی کرے۔

xv۔ عوام کو اس بات کی حوصلہ افزائی اور رغبت دلائی جائے کہ وہ کرپٹ سرگرمیوں کے خلاف معلومات اور شکایات درج کرائیں۔

xvi۔ عوام کو سوشل میڈیا اور سمارٹ فون ٹیکنالوجی کے استعمال سے اپنے ساتھ شامل کیا جائے۔ (جیسا کہ ہانگ کانگ میں کیا جا رہا ہے جہاں سمارٹ فون ٹیکنالوجی کو آئی سی اے سی کے مقاصد کے لئے استعمال کیا رہا ہے۔

xvii۔ رائٹ ٹو انفارمیشن Right to Information اور وہسل بلوار Whisatleblower قوانین کو سختی سے نافذ کیا جائے۔

xviii۔ سوشل اور دیگر میڈا کو باقاعدہ استعمال کرتے ہوئے سیاسی اور سرکاری شعبے میں کرپشن کے مقدمات پر کارروائی کے بارے میں آگاہ کیا جانا چاہیے۔

ہانگ کانگ یا جاپان کے لئے کرپشن فری بننا آسان نہیں تھا۔ تاہم دونوں میں ایک بہت مشترک تھی دونوں کے عوام نے کرپشن کو بالکل مسترد کر دیا۔ ہانگ کانگ میں سیاسی آمادگی ایک بنیادی عمل تھا۔ جس کی وجہ سے آئی سی اے سی نے اپنا کام بغیر کسی سیاسی مداخلت کے سرانجام دیا دوسری طرف جاپان میں اے سی اے اس لئے کامیاب نہ ہوسکی کیونکہ وہ سیاسی اثر کے ماتحت ہی بڑے کرپشن کے مقدمات میں سیاسی اثرورسوخ کی وجہ سے اے سی اے کارروائی نہ کرسکی۔ تاہم، صرف عوامی تنقید کی وجہ سے وہاں کرپشن فری نظام قائم کرنا ممکن ہو سکا۔ بھارت اور پاکستان میں سیاسی آمادگی وہ عمل ہے جس کے ذریعے کرپشن کو کم یا زیادہ کیا جا سکتا ہے اور اس کا عوام کی برداشت سے بھی گہرا تعلق ہے۔ ہانگ کانگ میں اگر سیاسی آمادگی مضبوط نہ ہوتی اور جاپان میں عوامی ردعمل کرپشن کے خلاف نہ ہوتا تو دونوں کبھی کرپشن فری ہونے میں کامیاب نہ ہوسکتے۔

End Notes

1. Quah, J. S. T. *Curbing Corruption In Asian Countries: an impossible dream?*. Bingley: Emerald Group Pub., 2011.
2. Transparency International,. 'Corruption Perceptions Index 2014: Results'. N.p., 2014. Web
3. *Phase 3 Report On Implementing The OECD Anti-Bribery Convention In Japan*. OECD, 2011. Web.
4. *Bribery & Corruption*. 2nd ed. Global Legal Insights. Web. Published and reproduced with kind permission by Global Legal Group Ltd, London.
5. Oyamada, Eiji. 'Anti-Corruption Measures The Japanese Way: Prevention Matters'. *Asian Education and Development Studies* 4.1 (2015): 24-50. Web.
6. Quah, J. S. T. *Curbing Corruption In Asian Countries: an impossible dream?*. Bingley: Emerald Group Pub., 2011.
7. *Bribery & Corruption*. 2nd ed. Global Legal Insights. Web. Published and reproduced with kind permission by Global Legal Group Ltd, London.
8. Ibid.
9. *Anti-Corruption Regulation Survey Of Select Countries*. Jones Day, 2013. Web.
10. Established under the Act for the Inquest of Prosecution (Act No. 147 of 1948) (the Act), was given the special power pursuant to an amendment of the Act in 2004 (which came into effect in 2009).
11. Moyer Jr., Homer. *Anti-Corruption Regulationin In 51 Jurisdictions Worldwide*. Law Business Research, 2011. Web.
12. Oyamada, Eiji. 'Anti-Corruption Measures The Japanese Way: Prevention Matters'. *Asian Education and Development Studies* 4.1 (2015): 24-50. pdf
13. Ibid.
14. Manion, Melanie. *Corruption By Design*. Cambridge, MA: Harvard University Press, 2004.
15. Man-wai, M.T.K. *Formulating An Effective Anti-Corruption Strategy–The Experience Of Hong Kong ICAC*. Tokyo: UNAFEI, 2005.
16. Transparency International,. 'Corruption Perceptions Index 2014: Results'. N.p., 2014. Web
17. Cao, Liqun, Bill Hebenton, and Ivan Y Sun. *The Routledge Handbook Of Chinese Criminology*. Oxfordshire, England: Routledge, 2014.
18. 'Article 57'. *The Basic Law Of The Hong Kong Special Administrative Region Of The Peoples Republic of China*. 1990. Web.
19. Anti-Corruption Authorities,. 'Independent Commission Against Corruption: Profiles Hong Kong, China, SAR'. N.p., 2014. Web.
20. *Hong Kong: The Facts*. Information Services Department, Hong Kong Special Administrative Region Government, 2014. Web.
21. ICAC,. 'Hong Kong ICAC - Checks And Balances - Balancing Forces'. N.p., 2012. Web.
22. Ibid.
23. *Hong Kong: The Facts*. Information Services Department, Hong Kong Special Administrative Region Government, 2014. web.
24. Anti-Corruption Authorities,. 'Hong Kong Economy World's Freest For 20Th Consecutive Year'. Web.
25. Gong, Ting, and Shiru Wang. 'Indicators And Implications Of Zero Tolerance Of Corruption: The Case Of Hong Kong'. *Social Indicators Research* 112.3 (2012): 1-18. Web.
26. Wing-Chi, H. 'Combating Corruption: The Hong Kong Experience'. *Tsinghua China Law Review* 6.2 (2014).
27. *ICAC Annual Survey 2013*. ICAC, 2013. Web.
28. *Hong Kong: The Facts*. Information Services Department, Hong Kong Special Administrative Region Government, 2014. Web.
29. *ICAC Annual Reports*. Independent Commission Against Corruption Hong Kong Special Administrative Region, 2013. Web.
30. Quah, J. S. T. *Curbing Corruption In Asian Countries: an impossible dream?*. Bingley: Emerald Group Pub., 2011.
31. Stocker, Frederick. *India's Anti-Corruption Crossroads Policy Analysis*. MAPI, 2011. Web.
32. Act No.1 of 2014 in the Gazette of India, Extraordinary, Part-II, Section-1, dated the January 01, 2014.
33. Sen, Shawan. 'A Day With Anna Hazare, Who Wants To Launch Yet Another Agitation'. *IBN* 2015: Web.
34. DNA India,. 'Budget 2015: Three-Fold Increase In Lokpal Budget; CVC Outlay Increased Too'. 2015: Web
35. NDTV,. 'What Is The Jan Lokpal Bill, Why It's Important'. 2011: Web.
36. Chene, M. 'Overview Of Corruption And Anti-Corruption Efforts In India'. *Anti-Corruption Resource Center*. N.p., 2009. Web.
37. Joshi, GP. *The Central Vigilance Commission And The Central Bureau Of Investigation: A Brief History Of Some Developments*. Commonwealth Human Rights Initiative, 2011. Web.
38. *Annual Report*. Central Bureau of Investigation Government of India, 2013. Web.
39. *The Lokpal And Lokayuktas Act*. The Gazette of India, 2014. Web.

40. *S. 26 (6A), The Central Vigilance Commission (CVC) Act 2003*. Central Vigilance Commission, 2003. Web.; Quah, J. S. T. *Curbing Corruption In Asian Countries: an impossible dream?*. Bingley: Emerald Group Pub., 2011.
41. *Annual Report*.. Central Bureau of Investigation Government of India, 2013. Web.
42. *S. 8B(2), Lokpal and Lokayuktas Act, 2013*; Central Vigilance Commission, 2003. Web
43. Stocker, Frederick. *India's Anti-Corruption Crossroads Policy Analysis*. MAPI, 2011. Web.
44. *Annual Report*. Central Bureau of Investigation Government of India, 2013. Web
45. Central Vigilance Commission,. 'Office Order No'. Web.
46. Joshi, GP. *The Central Vigilance Commission And The Central Bureau Of Investigation: A Brief History Of Some Developments*. Commonwealth Human Rights Initiative, 2011. Web; Sen, S. *Bashing The Central Bureau Of Investigation*. Central Bureau of Investigation, 2014. Web.
47. *Annual Report*. Central Bureau of Investigation Government of India, 2013. Web
48. Stocker, Frederick. *India's Anti-Corruption Crossroads Policy Analysis*. MAPI, 2011. Web.
49. Business Anti-corruption Portal,. 'Indian Public Anti-Corruption Initiatives'. N.p., 2015. Web
50. Ahmed, Amin. 'Pakistan's Ranking In Corruption Index Improves'. *DAWN* 2014. Web.;
51. Quah, J. S. T. 'Singapore's Anti-Corruption Strategy: Some Lessons For South Korea'. *Korean corruption Studies Review* 4 (1999): 173-193.
52. *Sections 160-165*. Pakistan Penal Code (1860). Web.; *Prevention Of Corruption Act*. FIA, 1947. Web.; *National Accountability Ordinance*. NAB, 1999. Web.
53. Punjab Laws,. 'The Punjab Anti-Corruption Establishment Ordinance'. N.p., 1961. Web.; PPRA,. 'Public Procurement Regulatory Authority Ordinance'. N.p., 2002. Web; *Presidential Order I*. Establishment of the Office of Wafaqi Mohtasib (Ombusman), 1983. Web.
54. PPRA,. 'Public Procurement Regulatory Authority Ordinance'. N.p., 2002. Web.
55. *Presidential Order I*. Establishment of the Office of Wafaqi Mohtasib (Ombusman), 1983. Web.
56. The ACEs were set up under the Anti-Corruption Ordinance (XX) of 1961 on September 8, 1961
57. Transparency International,. 'TI Publication - Pakistan National Integrity System Assessment 2014'. N.p., 2014. Web.
58. 'Ss. 14 & 29'. *National Accountability Ordinance*. NAB. Web
59. 'S. 14'. *National Accountability Ordinance*. NAB. Web
60. Ahmed, Alia, Munir Ahmed, and Suleman Aziz Lodhi. 'Measuring Corruption Perception: Application Of Split-Questionnaire Methodology In Management Studies'. *Social Science Research Network* (2010): Web.; Ahmed, Alia, Munir Ahmed, and Suleman Aziz Lodhi. 'Measuring Corruption Perception: Using Split-Questionnaire Survey'. *Social Science Research Network* (2010): Web.
61. 'Ss. 9 & 10'. *National Accountability Ordinance*. NAB. Web
62. 'S. 9'. *National Accountability Ordinance*. NAB. Web
63. 'S. 18(d)'. N *National Accountability Ordinance*. NAB. Web
64. NAB Annual Report, 2013,
65. 'Ss. 6(b) & 8.' *National Accountability Ordinance*. NAB. Web
66. Reforming Pakistan's Criminal Justice System, Crisis Group Asia Report N°196, 6 December 2010.
67. *Annual Report 2011*. National Accountability Bureau, 2011. Web.
68. Transparency International Pakistan (2014). Pakistan *National Integrity System Assessment, Country Report 2014*,
69. *Annual Report 2013*. National Accountability Bureau, 2013. Web.
70. National Accountability Bureau,. 'Case Studies'. Web.
71. 33-B'. *National Accountability Ordinance*. NAB. Web
72. '33-C'. *National Accountability Ordinance*. NAB. Web
73. National Accountability Bureau,. 'Case Studies'. Web.
74. 'Sec. 31-E'. *National Accountability Ordinance*. NAB. Web
75. National Accountability Bureau,. 'Introduction'. Web.
76. *Pakistan: Integrity Indicators Scorecard*. Global Integrity, 2010. Web.
77. Quah, J. S. T. 'Anti-Corruption Agencies In Four Asian Countries: A Comparative Analysis'.*International Public Management Review* 8.2 (2007): 73-96.

پلڈاٹ

پاکستان انسٹیٹیوٹ آف
لیجسلیٹو ڈویلپمینٹ
اینڈ ٹرانسپیرینسی

اسلام آباد آفس: پی، او، باکس 278، F-8، پوسٹل کوڈ: 44220، اسلام آباد، پاکستان
لاہور آفس: پی، او، باکس 11098، L.C.C.H.S، پوسٹل کوڈ: 54792، لاہور، پاکستان
ای میل: info@pildat.org ویب: www.pildat.org